

جناب مصطفیٰ عباسی ایم اے کلہڑوگلی۔ مری

ہمارے لسانی مہنگڑوں کا ایک بہترین حل

قسط دوم

وقت کا تقاضا ————— عالمی زبان

اوجہ

عربی

عالمی زبان کی خوبیاں | عالمی زبان کا درجہ وہی زبان حاصل کر سکتی ہے جس میں کم از کم مندرجہ ذیل خوبیاں ضرور موجود ہوں :-

- ۱۔ مناسب ذخیرہ الفاظ۔

۲۔ جامع قواعد۔

۳۔ نئے کلمات کی گنجائش۔

۴۔ قابل قبول صوتی نظام۔

۵۔ اختصار۔

آئیے ان نو بیوروں پر غور کریں اور جانچ لیں کہ عربی یا کسی دوسری زبان میں ان کی کیا

صیغیت ہے۔

۱۔ ذخیرہ الفاظ ————— ذخیرہ الفاظ کے بغیر کسی زبان کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ ایشیاء و گرنے جو زبان ایجاد کی تھی اس میں الفاظ کا ذخیرہ اس طرح نہیں تھا کہ ہر چیز کا ایک مخصوص نام ہو بلکہ ہر چیز کو لکھ کر بیان کرنے کا ایک مخصوص اشارہ تھا۔ وکنز کو اس امر کی پروا نہ تھی کہ کس مفہوم کے بیان کے لئے کیا آواز پیدا کی جائے، بلکہ اسکی توجہ اس بات پر تھی کہ کس مطلب کے اظہار کیلئے قلم اور کاغذ کی مدد سے کیسا نقش بنایا جائے۔ غرض وکنز نے ذخیرہ الفاظ کے بغیر زبان بنالی تھی۔ لیکن اس کا یہ مفہوم نہیں کہ اسے ذخیرہ الفاظ کی ضرورت نہ تھی بلکہ وہ موجودہ زبانوں کے الفاظ ہی کو اپنے مخصوص رسم الخط میں لکھ کر اپنا مدعا بیان کر لیتا تھا۔ ذخیرہ الفاظ میں سب سے بڑی خامی الفاظ و معانی میں ربط کا نہ ہونا ہے۔ اردو

میں ملاحظہ فرمائیں۔ ہاتھ اور ہاتھی۔ مال اور مالی۔ باغ اور باغی وغیرہ کلمات کے تلفظ اور صورتوں میں کس قدر قریبی تعلق اور ربط ہے۔ لیکن ان معانی اور مطالب میں ایک دوسرے سے دور کی نسبت بھی نہیں۔ دنیا بھر کی زبانوں اور خاص کر پورپائی زبانوں کے ذخیرہ الفاظ کی اسی خامی کے پیش نظر ۱۶۶۱ء میں ”داکنر“ نے اپنی وہ زبان ایجاد کی تھی جس میں ہاتھی، گھوڑا، گدھا اور بچر کے مفہوم کیلئے علی الترتیب نیکا۔ نیکی۔ نیکی اور نیکو کے کلمات تجویز کئے تھے۔

کلمات کے معانی اور تلفظ میں اگر ربط ہو تو ذخیرہ الفاظ پر عبور حاصل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس چند ہزار کلمات کا ذہن نشین کرنا بھی سا لہا سال کی محنت پاتا ہے۔ ہمارے نوجوان جو بی۔ اے کا امتحان پاس کرتے ہیں انہیں انگریزی کے صرف چار ہزار کلمات پر عبور حاصل کرنا پڑتا ہے۔ اور اس میں بھی ان کی قابلیت اور ہارت بالکل سطحی اور ابتدائی ہوتی ہے۔ عربی زبان کا ذخیرہ الفاظ اس خامی سے پاک ہے۔ اگر کسی مقام پر یہ خامی محسوس ہوتی ہو تو اسکی اصل وجہ مردہ ایام کے باعث زبان میں پیدا ہونے والی تبدیلیاں ہیں۔ ذیل کی مثالوں سے ہمارے اس بیان کی تائید اور تصدیق ہوتی ہے۔

۱۔ جاننا، پہچان، استناد، شاگرد، علم وغیرہ قبیل کے بیشتر اردو کلمات ہیں جن کے معانی میں قریبی ربط اور تعلق ہے لیکن الفاظ ایک دوسرے سے دور بھاگتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ لیکن اسی قبیل کے کلمات کو عربی میں دیکھیں تو معانی کا ربط الفاظ میں بھی بدستور موجود ہے۔ علم۔ معلوم۔ معلم۔ متعلم۔ معلومات۔ علم عالم۔ عالم علامہ اور علامات وغیرہ۔

۲۔ ہمارے ہاں ماں، باپ، اولاد اور بیٹا وغیرہ کلمات ہیں الفاظ و معانی میں ربط نہیں لیکن عربی میں ولد ولادت والد والدہ مولود اولاد مولد مولید تولید وغیرہ کلمات کس خوبی کے ساتھ لفظاً اور معناً دونوں حالتوں میں مربوط نظر آتے ہیں۔

۳۔ انگریزی کے HEAD (سر) اور CHIEF (سرور) کے تلفظ اور مفہوم میں جو بعد ہے وہ عربی کے راس اور رئیس میں نہیں۔

غرض عربی زبان کے ذخیرہ الفاظ میں وہ خوبی موجود ہے جس کے لئے ”داکنر“ نے

نے ایک مستقل لغت ترتیب دینے کی زحمت گوارا کی تھی۔

ذخیرہ الفاظ میں دوسرا بڑا نقص جو عربی کے سوا کم و بیش دنیا کی سب زبانوں میں پایا جاتا ہے وہ کلمات کا مختلف آوازوں (رکنوں) یا ACCENTS سے مرکب ہوتا ہے۔ کسی حد

”نک چینی زبان اس عیب سے بچی ہوئی ہے، لیکن اس میں کلمات کے یک رکنی ہونے سے ایک دوسرا نقص پیدا ہو گیا ہے، اور وہ یہ کہ سابقوں اور لاحقوں کا استعمال نیز مادے سے مشتقات کا حصول اور ایک ایک کلمہ سے دوسرا کلمہ بنانا جسے انگریزی میں ورڈ بلڈنگ (WORDS BUILDING) کہتے ہیں، مشکل ہو گیا ہے۔ چینی زبان کا یہ نقص ذیل کی مثال سے واضح ہو جاتا ہے۔

عربی میں قے۔ د۔ ۴ (قدم) ایک مادہ ہے۔ اس سے جو بھی کلمات بنتے ہیں ان میں ”قدم“ کا مفہوم نمایاں طور پر نظر آ جاتا ہے۔ اس کے برعکس چینی میں قدم کیلئے ”پو“ کا لفظ ہے اور قدم کیلئے ”لائی“ کا لفظ ہے۔ عربی میں ہر شخص قدم کے مفہوم سے باخبر ہے وہ قدم اقدام مقدم تقدیم وغیرہ تمام کلمات کے مفہوم کے بارے میں صحیح نہیں تو ناقص سا اندازہ لگا لیتا ہے، لیکن چینی میں ”پو“ کے مفہوم کی مدد سے ”لائی“ کے مفہوم کی بوجہ نہیں پائی جاسکتی۔ یا عربی میں ”ذہب“ کے مفہوم سے ”ذہب“ اور ”زاحب“ وغیرہ کلمات کو سمجھا جاسکتا ہے۔ لیکن چینی میں ”جی“ (جانا) کے مفہوم سے واقفیت ”دو“ (راستہ) کا مفہوم سمجھنے میں مدد و معاون نہیں ہو سکتی۔

عربی زبان کے ذخیرہ الفاظ میں کم و بیش ۹۰ فیصد الفاظ سہ حرفی مادوں سے ماخوذ ہیں جن کے تلفظ کیلئے چینی کلمات کے تلفظ کی طرح لب و دھن کی ایک ہی جنبش کافی ہوتی ہے۔ جیسے بعد۔ قبل۔ علم۔ حسن۔ غلت وغیرہ یہ کلمات چینی زبان کے کلمات کی طرح یک رکنی ہیں۔ اور ان میں چینی کلمات کے مقابلے میں ایک زائد غریبی ہے۔ اور وہ یہ کہ یہ سب کلمات مادے ہیں اور ان سے بیشتر ایسے کلمات بنائے جاسکتے ہیں، جن کے معانی و مطالب میں ان مادوں کے معانی پائے جاتے ہیں۔ جیسے مستبعد۔ استقبال۔ معلومات۔ استحسان اور تخلیقات وغیرہ گو یہ کلمات سہ رکنی اور چار رکنی کلمات کی صورت میں اختیار کر گئے ہیں۔ اور اس طرح انہیں بیک جنبش لب و دھن ادا نہیں کیا جاسکتا، لیکن ان میں غریبی یہ ہے کہ مادوں کے معانی پر اطلاع کے بعد ان کے مفہوم کا ادراک آسان ہو گیا ہے۔ گو شکل و صورت میں یہ نئے اور اجنبی معلوم ہوتے ہیں لیکن مادوں سے وابستگی بدستور موجود ہے جو انہیں نرا آموز کیلئے مشکل یا بوجھل نہیں بنتے۔

ما حاصل یہ کہ :

۱۔ عربی کلمات کے معانی کا ربط الفاظ میں بھی باقی رہتا ہے۔

۲۔ عربی کلمات چینی کی طرح یک رکنی ہیں۔ لیکن چینی کلمات کے مقابلے میں ان میں ایک زائد خوبی ہے اور یہ وہ کہ یہ اپنے مادوں سے متعلق رہتے ہیں۔

اب رہا ذخیرہ الفاظ کا محدود ہونا، سو اس پر اختصار پر بحث کے دوران روشنی ڈالی جائے گی۔ انشاء اللہ

قواعد | عالمی زبان کی دوسری خوبی یہ ہے کہ اس کے قواعد (GRAMMER) مختصر سادہ اور جامع ہوں ممکن ہے بعض لوگ عربی صرف و نحو کی موٹی موٹی ضخیم کتابوں اور رات دن محنت کرنے والے صرفی اور نحوی طالب علموں کو دیکھ کر یہ گمان کرتے ہوں کہ قواعد کے اعتبار سے عربی عالمی زبان ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی زبان کے قواعد کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ نمبر ایک عام بول چال کی زبان کے قواعد۔ اور نمبر دو زبان کی اصل اس کے مادوں اور مشتقات کی تحقیق۔ بظاہر ایک سے معانی رکھنے والے کلمات کے باریک امتیازات اور ان کے معیاری محل استعمال وغیرہ کے بارے میں مفصل معلومات بہم پہنچانے والے قواعد ہمارے عربی مدارس میں جن کتابوں پر محنت کی جاتی ہے وہ قواعد کی اس دوسری قسم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جو لوگ کسی زبان کو اسکی عالمی یا بین الاقوامی حیثیت سے ثانوی زبان کے طور پر سیکھیں گے انہیں اس دوسری قسم کے قواعد کے مطالعہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔ یہ ایک منمنی بات تھی جو ایک شبہ کے ازالہ کی خاطر عرض کی ہے۔ آئیے اصل دعا کی طرف :

زبان کے قواعد دو قسم کے ہوتے ہیں :

۱۔ صرفی قواعد

۲۔ نحوی قواعد

صرفی قواعد میں مادوں سے مشتقات بنانے اور ایک قسم کے کلمات سے دوسری قسم کے کلمات بنانے یعنی (WORDS BUILDING) کے طریقے بتائے جاتے ہیں۔ چونکہ مادوں سے مشتقات بنانے کا سلسلہ سامی زبانوں کا خاصہ ہے۔ اور زبانوں کی اس شاخ میں صرف عربی ہی ایک زندہ زبان کی حیثیت رکھتی (عبرانی کے تن مردہ میں یہودیوں کی قومی اور نسلی برتری کی تحریک نے سال ہی میں روح ڈالنے کی کوشش کی ہے جو ابتدائی مراحل میں ہے) اس لئے صرفی قواعد عملی طور پر عربی ہی سے مختصر ہیں۔ گو دوسری زبانوں میں صرف

کی اصطلاح موجود ہے، لیکن وہ ”صرف“ جیسے باقاعدہ فن کا درجہ حاصل ہے، صرف اور صرف عربی میں ہے۔ اور اس کے چند ابتدائی اور سادہ قواعد کے علم سے انسان عربی کے ذخیرہ الفاظ میں وسیع اور گرانمایہ اضافہ کر لیتا ہے۔ جو دوسری زبانوں میں سالہا سال کی محنت کے بعد بھی حاصل نہیں ہوتا۔ ذیل کی مثال سے ہمارے دعوے کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔

باب۔ ماں۔ بیٹا۔ بیٹی۔ پیدائش۔ جائے پیدائش وغیرہ مختلف کلمات ہر زبان کے ذخیرہ الفاظ میں شامل ہیں اور نو آموز کیلئے ان کا سیکھنا ضروری ہے۔ لیکن عربی میں علم صرف نو آموز کو ان مختلف کلمات کے یاد کرنے کی زحمت سے نجات دلا دیتا ہے۔ قواعد کی دوسری قسم یعنی نحوی قواعد میں بتایا جاتا ہے کہ کس طرح کلمات کی ترکیب اور ترتیب سے مرکبات بنائے جاتے ہیں۔ اس بارے میں عربی کے قواعد نہایت سادہ مختصر اور جامع ہیں۔ ”اسپرانتو“ اور چینی زبان کے علاوہ کسی زبان کے نحوی قواعد اختصار اور جامعیت میں عربی کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ سچ لپچھو تو اسپرانتو اور چینی کے نحوی قواعد عربی کے نحوی قواعد کی طرح مختصر نہیں لیکن جامع ہرگز نہیں۔ چینی میں ابزائے کلام (PARTS OF SPEECH) کی ترکیب کا خیال تو رکھا جاتا ہے، لیکن ترتیب کا چنداں اہتمام نہیں کیا جاتا بس آگے پیچھے کلمات رکھ دینے سے جملہ بن جاتا ہے۔

عربی زبان کے نحوی قواعد کلیات کی حیثیت رکھتے ہیں اور ابزائے کلام کی ترتیب میں تبدیلی جملے کے مفہوم میں تبدیلی پیدا کر دیتی ہے۔ ”ضرب زید“ اور ”زید ضرب“ کی دونوں ترتیبیں درست ہیں لیکن ان کے فرق سے معانی و مطالب میں بھی فرق آگیا ہے اور لطف یہ کہ جس طرح کلمات کی ترتیب میں معمولی تبدیلی ہوئی ہے، اسی طرح معانی میں بھی ایک لطیف سا فرق آیا ہے۔

حروف علت عربی کے صرفی قواعد میں تعلیلات والے حصے کو مشکل تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن حروف علت کی ان تبدیلیوں کا دوسری زبانوں کے حروف علت کی تبدیلیوں سے مقابلہ کیا جائے تو عربی کا مقام بلند نظر آتا ہے۔ عربی میں صرف تین حروف علت ہیں۔ ا۔ و۔ ی۔ اور یہ تین ہی آوازوں کے لئے مخصوص ہیں۔ اس کے برعکس انگریزی میں پانچ حروف علت (VOWELS) ہیں۔ اور ان کی تیرہ قسم کی مختلف آوازیں۔ عربی کا طالب علم بتا سکتا ہے کہ تو قائل اور تیل۔ و۔ اور ی۔ ایک دوسرے سے کیوں بدل گئے ہیں، لیکن انگریزی کا طالب علم چھوڑا استاد بھی نہیں بتا سکتا کہ BEGIN (شروع کرنا) اور BEGUN میں ————— u , a , i

حروفِ علت ایک دوسرے سے کیوں بدل گئے ہیں۔ یا کیا وجہ ہے کہ COME کا O دوسری فام میں A سے اور تیسری فام میں پھر O سے کیوں بدل جاتا ہے۔

اس پر انتر جو مصنوعی زبان ہے اور جس کی ترتیب کا مقصد ہی قدرتی زبانوں میں پائی جانے والی قواعد کی خرابیوں سے پاک و صاف زبان کی ضرورت کا پورا کرنا ہے۔ اس میں بھی پانچ حروفِ علت ہیں اور بالائے ستم یہ کہ مرکب حروفِ علت کی ایک الگ قسم موجود ہے جس میں دوسرے علت ملکر ایسی آواز پیدا کرتے ہیں جو دونوں اجزاء کی آوازوں سے مختلف ہوتی ہے۔

کلمات تعریف و تنکیر | عربی میں "ال" کلمہ تعریف ہے۔ اور عام حالات میں اس کا نہ ہونا تنکیر کی علامت تصور کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس انگریزی میں THE کلمہ تعریف اور A اور AN دو تنکیر کے کلمات ہیں۔ اور ان کے استعمال کے قواعد الگ باعث تشریش ہیں۔ جرمنی میں تذکیر و تانیث کے اعتبار سے اسماء کی تین قسمیں ہیں اور ہر قسم کے لئے کلمہ تعریف الگ ہے۔ مذکر کیلئے DER مونث کیلئے DI اور بے جان کیلئے DAS ہے۔ اس قاعدے کے مطابق باغ (GARTAN) جو بے جان چیز کا نام ہے، اس کے ساتھ DAS کلمہ تعریف لانا چاہئے تھا۔ لیکن جرمنی میں DER GARTAN استعمال کرتے ہیں۔ گویا باغ جاندار ذکر ہے۔ اسی طرح دیوار (WAND) بے جان کے ساتھ DI لگاتے ہیں۔ گویا دیوار جاندار مونث ہے اور KIND (بچہ) کو بے جان فرض کر کے DAS KIND کہتے ہیں

چینی جسے قواعد کے اختصار پر ناز ہے، اس میں ایک نہیں دو نہیں پورے گیارہ آئیکل ہیں۔ ۱۔ کو ۲۔ تنگ ۳۔ کو ان ۴۔ چن ۵۔ پا ۶۔ ژو ۷۔ ژو ۸۔ چی این ۹۔ گو ۱۰۔ ژرنگ۔ اور ۱۱۔ چانگ۔ یہ گیارہ کے گیارہ کلمات تنکیر ہیں جن کی جگہ عربی میں عام طور پر صرف تین یا کلمہ تعریف کا نہ ہونا کافی سمجھا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ اسمائے اشارات کو کلمات تعریف کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے۔ "چے کو" اسم اشارہ ہی ہے۔ اور کلمہ تعریف بھی "چے کو جن" (CHE KO JEN) کے معنی بیش الرجل یا حذر الرجل — مزید ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ چینی لوگ بعض اوقات کلمہ ربط "ہے" یو (YU) یا "نشی" حذوف کر دیتے ہیں۔ اس صورت میں CHE KO JEN کا تیسرا ترجمہ ہوگا۔ "حذر الرجل" انگریزی میں CHE KO JEN کے چار معنی ہم سمجھ جاسکتے ہیں۔

THIS MAN ۲۔ حذر الرجل

THE MAN ۱۔ الرجل

۳۔ حُذَارِ بَلْ ۲۔ هَذَا صَوْرَةُ الرَّجُلِ THIS IS MAN

نئے کلمات | انسان علم و دانش اور خاص کر نفس اور سیاسیات میں پیہم ترقی کر رہا ہے۔ روز بروز نئے نئے تجربات اور نئی نئی ایجادات و اختراعات ہو رہی ہیں۔ اس لئے زبان میں نئے اور جدید کلمات کی ضرورت پیدا ہوتی رہتی ہے، جو زبان نئی تحقیقات کے دوش بدوش نئے کلمات پیش نہیں کر سکتی وہ رفتہ رفتہ متروک اور مردہ ہو جاتی ہے۔ عالمی زبان کیلئے ضروری ہے کہ اس میں نئے کلمات وضع کرنے کی گنجائش اور صلاحیت ہو۔ عہدِ حاضر کا ایک ماہر لسانیات بوڈمر (BODMER) لسانیات پر اپنی تصنیف — THE LOOM OF LANGUAGE میں موجودہ عالمی اور خاص کر مصنوعی (ARTIFICIAL) زبانوں پر بھرپور تنقید بلکہ تنقیص کے بعد عالمی زبان کیلئے اپنی تجویز پیش کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

”عالمی زبان کا ذخیرہ الفاظ ایک ہزار کلمات سے کسی صورت میں بھی زیادہ نہیں ہونا چاہئے۔ اور مختلف علوم کیلئے الگ الگ فرہنگیں تیار کی جائیں تاکہ جو شخص کسی خاص علم سے دلچسپی رکھتا ہو وہ ان فرہنگوں کا مطالعہ کر کے ذخیرہ الفاظ کی کمی کو پورا کر لیا کرے۔ (کتاب مذکورہ صفحہ ۱۷۱) براعظمِ یورپ کے مختلف ملکوں میں موجودہ رائج زبانوں کے پیش نظر ”بوڈمر“ کی یہ تجویز معقول ہے کہ عام بول چال کیلئے عالمی زبان کا ذخیرہ الفاظ ایک ہزار کلمات تک محدود ہونا چاہئے۔ اور علم کی مختلف شاخوں میں تحقیق تک کرنے والوں کے لئے الگ اصطلاحات وضع کی جائیں۔ لیکن عربی زبان کیلئے نہ تو ایک ہزار کلمات تک ذخیرہ الفاظ کا محدود رکھنا ضروری ہے۔ اور نہ ہی مخصوص لوگوں کیلئے الگ فرہنگوں کا تیار کرنا ضروری ہے۔ عربی میں نئے کلمات وضع کرنے کا ایسا نظام موجود ہے کہ قواعد کی مدد سے روز بروز بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے مطابق نئے کلمات وضع کئے جاسکتے ہیں اور لطف یہ کہ یہ نئے کلمات زبان کے بنیادی ذخیرہ الفاظ میں اضافہ کا باعث بھی نہیں ہوں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے تو آپ عربی میں ذخیرہ الفاظ بجائے ایک ہزار کے دس ہزار تک بڑھا سکتے ہیں۔ اس لئے کہ عربی میں دس یا اس سے بھی زیادہ لفظوں کے یاد کرنے کی محنت دوسری زبانوں کے ایک لفظ کے یاد کرنے سے زیادہ نہیں ہوگی۔ دوسرے یہ کہ عربی میں ہر نیا کلمہ معلوم مادوں سے معلوم قاعدوں کے مطابق وضع کیا جائے گا۔ جس کا مفہوم اس کے وضع کئے جانے سے پہلے ہی واضح اور معلوم ہوگا۔

عربی کی ابتدائی تصریف کے قاعدے جاننے والے مبتدی بھی ایسے ایسے کلمات

وضع کر لیتے ہیں جو نہ تو مستقل ہیں اور نہ ہی ان کی ضرورت ہے۔ چہ جائیکہ نئے کلمات کی ضرورت ہو اور وہ وضع نہ کئے جاسکیں۔

صوتی نظام | عالمی زبان کیلئے ضروری ہے کہ اس کے کلمات کا تلفظ آسان اور دنیا بھر کی اقوام کیلئے قابل قبول ہو۔ یہ خوبی بھی عربی میں دوسری زبانوں کی نسبت بدرجہ اتم موجود ہے۔ ث، س، اور ص کا فرق۔ نیز ذ، ز، ض اور ظ کا امتیاز اور اسی طرح ق اور ک کا فرق بظاہر عربی زبان کے تلفظ کی خامی نظر آتا ہے۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کی مختلف اقوام اور مختلف آب و ہوا میں پرورش پانے والے مسلمان بچے قرآن کریم کی تلاوت درست تلفظ کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور ہر ملک کے قاری بین الاقوامی قرأت کے مقابلوں میں حصہ لیتے ہیں۔ اور ایک سے ایک کا تلفظ مثالی ہوتا ہے۔ تو اس سے اس امر کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ عربی کا تلفظ دنیا بھر کی اقوام میں رائج ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ درست ہے کہ ایک پالیس سالہ بڑھے انگریز کو ہم ص اور س کا فرق نہیں بتا سکتے لیکن کیا انگریزی کے حروف D, G, T اور R تلفظ ایک پالیس سالہ عرب شرافت منہ کے لئے ناممکن نہیں؟ انگریزی کے L اور S کا تلفظ ہم پاکستانیوں کے لئے جیسا مشکل ہے جو مکہ معظمہ کا اسی فیصد بٹ اس زبان کی درس و تدریس پر صرف کرتے ہیں۔ اور آج تک یہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ اصل لفظ ”سکول“ ہے، یا ”اسکول“ اسی طرح ”سٹیشن“ کہنا چاہئے۔ یا ”اسٹیشن“ انگریزی کے R اور L کے تلفظ کی مشابہت کا یہ عالم ہے۔ جاپانی میں LONDON (لندن) کو RONDON (رونڈن) کہنا جاتا ہے۔

چھوڑیے انگریزی کے تلفظ کو اس کے بارتین انگریزوں کا اپنا تاثر یہ ہے کہ اس کا صوتی نظام قابل قبول نہیں۔ انگلینڈ، سکاٹ لینڈ، آئر لینڈ اور ریاستہائے متحدہ کے لوگوں کے تلفظ میں فرق انگریزی کے ناقص صوتی نظام کی زندہ مثال ہے۔ آئیے ان زبانوں کا جائزہ لیں جنہیں اہل یورپ نے تلفظ کے نقائص سے پاک قرار دیا ہے۔

اسپرانٹو جریوہپ کے ماہرین لسانیات کا آخری شاہکار ہے۔ اس میں H, C, R, J اور L کا تلفظ بہت سی یورپی اقوام کیلئے ناقابل قبول ہے۔ انگریزی بولنے والی اقوام ان حروف کے علاوہ T اور D پر بھی معترض ہیں کہ ہمارے لئے یہ حروف جن آوازوں کے لئے مخصوص ہیں ان کا ادا کرنا مشکل ہے۔

عربی میں ۲۹ حروف ہجائیں۔ اور ہر حرف ایک مخصوص آواز کیلئے ہے۔ اس کے برعکس انگریزی میں ۳۱ حروف ہجائیں جن سے ۵۵ آوازیں پیدا کی جاتی ہیں۔ اب اگر انگریزوں کو عربی کی ۲۹ آوازیں قبول نہیں تو عربوں کو انگریزوں کی ۵۵ آوازیں کیونکہ قبول ہو سکتی ہیں۔ چینی زبان میں در ہزار کلمات کی ادائیگی کے لئے پار سونو (۴۰۹) آوازیں پیدا کی جاتی ہیں، جن میں سے بہت سی آوازیں خود چین کے مختلف علاقوں کے لوگوں کیلئے مشکل ہیں۔ غرض دنیا بھر کی زبانوں کے تلفظ کے مقابلے میں عربی کا تلفظ آسان ترین ہے۔

یہ ایک اصولی بات ہے کہ جس زبان میں ابتدائی اور مفرد آوازیں کم سے کم ہوں گی، اس کا تلفظ آسان ہوگا۔ نیز آسان تلفظ اور قابل قبول صوتی نظام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ایک آواز کیلئے ایک حرف اور ایک حرف ہی آواز کے لئے مخصوص ہو۔ انگریزی میں ک، س، ج اور ش کی مختلف آوازیں دیتا ہے۔ گویا حرف ایک آواز کیلئے مخصوص نہیں اسی طرح ایک ش کی آواز کیلئے c, s, ss, sh اور tio کے حروف استعمال ہوتے ہیں۔ گویا ایک آواز کیلئے ایک حرف مخصوص نہ رہا۔ اسپرانتو میں e, t اور s دونوں کی رقب آواز دیتا ہے جبکہ k اور t ان دونوں آوازوں کے لئے الگ الگ موجود ہیں۔ اسی رقب اسپرانتو میں چ کیلئے ch اور ح کیلئے h دونوں مستعمل ہیں۔

عربی میں صوتی نظام کی یہ خصوصیت پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہے۔
 قابل قبول صوتی نظام کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اس کے کلمات میں نہ تو کوئی بے زائد ہو جسکی آواز نہ ہو اور نہ ہی کوئی ایسی آواز ہو جس کے لئے حرف نہ ہو۔ دنیا کی بیشتر انہیں اس خصوصیت سے محروم ہیں۔

انگریزی میں DOUGHTER (ڈاٹر) میں u, g, اور h کی آواز نہیں، یہ تینوں حروف نظم کے اعتبار سے زائد ہیں۔ اور EXAMINATION (ایگز امینیشن) میں x کی آواز اور z کی ہے۔ اور CUT میں u, a کی جگہ استعمال کیا گیا ہے۔ اور COUGH (کف) میں f (ف) سے موجود ہی نہیں اور اسکی آواز پائی جاتی ہے۔

عربی میں کوئی ایسا حرف نہیں جسکی آواز نہ ہو اور نہ ہی کوئی ایسا حرف ہے جو کسی دوسرے حرف، آواز دیتا ہو۔ رہا علم تجرید کی رو سے "تین مایہ" کی جگہ، ہتھاپہ پڑھنا یا حروف شمسی سے پہلے ہر تعریف کے "ن" کا آواز نہ دینا وغیرہ یہ قواعد کے مطابق ہے۔ لیکن انگریزی زبان میں cut

ایک اہم زبان

میں ۸ کی جگہ ۸ کا آنا یا ۸ کی جگہ ۸ کا پڑنا کسی قاعدے کی رو سے نہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی حقیقت ہے کہ تلفظ میں روانی، سلاست اور ملاوت پیدا کرنے کے لئے دنیا بھر کی زبانوں میں اس قسم کی تبدیلیاں جان بوجھ کر پیدا کی جاتی ہیں۔ انگریزی میں DO NOT کی جگہ DON'T فارسی میں "تورا" کی جگہ "ترا" "ہم این" کی جگہ "ہمیں" دین و دانش کی جگہ "دین و دانش" اور فرانسیسی میں "دوز۔ آوے" (VOUS, AVEZ) کی جگہ "وو۔ زا۔ وے" (VO. ZA. VE) وغیرہ اس روانی، سلاست اور ملاوت کی مثالیں ہیں۔ فرانسیسی کے دوز۔ آوے (VOUS, AVEZ) میں قرأت کی اس تبدیلی کے سوا ایک دوسری تبدیلی بھی پیدا ہو گئی ہے۔ اور وہ یہ کہ دوسرے کلمے کے پہلے حرف ۸ کو جو حرف صبیح (CONSONANT) تھا پہلے کلمے کے آخری حرف ۸ کے ساتھ ملا کر حرف علت (VOWEL) میں بدل دیا گیا ہے۔ باقی رہا: AVEZ کے آخری حرف z کا آواز نہ دینا سو یہ فرانسیسی کا عام نقص ہے کہ اس زبان میں R اور L کے سوا کلمہ کے آخر کوئی دوسرا حرف ہو تو وہ عام طور پر بے آواز ہوتا ہے۔ اور یہ R اور L وہی دو حرف ہیں جن کے باعث انگریزی کا صوتی نظام فرانسیسیوں، چینیوں اور جاپانیوں کے لئے سردردی کا باعث بن گیا ہے۔ اور جاپانی "لندن" (LONDON) کو "رندن" (RONDON) کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

غرض قرآن کی قرأت کے بارے میں علم تجوید جن تبدیلیوں کی سفارش کرتا ہے وہ قواعد کے مطابق اور کلام میں ملاوت پیدا کرنے کی خاطر ہیں۔ ورنہ "مَنْ مَّآءٍ" کے "ن" کو "م" سے نہ بدلا جائے تو اسے غلط نہیں کہا جائے گا۔ لیکن انگریزی کے کٹ (cut) میں ۸ ۸ سے نہ بدلا جائے یا ۸ کی آواز ۸ کی آواز میں نہ بدلی جائے۔ تو اسے غلط تصور کیا جائیگا۔

اختصار | عالمی زبان کو مختصر ہونا چاہئے۔ عام طور پر اختصار کا مفہوم یہ لیا جاتا ہے، کہ زبان کا ذخیرہ الفاظ محدود ہو۔ جیسا کہ برڈمر (BODMER) نے سفارش کی ہے، لیکن ہمارے ہاں ذخیرہ الفاظ کے محدود ہونے کے علاوہ زبان کے اختصار میں حسب ذیل امور شامل ہیں۔

۱۔ غیر ضروری کلمات نہ ہوں، جیسے اردو میں "ہے"، "نے"، "کو" وغیرہ کلمات

ہیں۔۔۔

۲۔ ایسے کلمات نہ ہوں جن کا کلام علامات سے لیا جاسکتا ہو۔ جیسے "کا"، "کی"، "کے"

وغیرہ۔۔۔

ایک اہم زبان

۳۔ مفرد کلمات کی جگہ مرکب کلمات کا عام استعمال نہ ہو جیسے ”معبود“ کی جگہ ”عبادت خانہ“

ہے۔

۴۔ کلمات یک رکنی یا زیادہ سے زیادہ دو رکنی ہوں اور بغیر معانی اور مفہوم کے اضافے کے کلمہ کے رکنوں (آوازوں) میں اضافہ نہ کیا جائے۔

عربی غیر ضروری کلمات سے پاک ہے اس کے برعکس اردو میں فاعل کی علامت ”نے“ مفعول کی علامت ”کو“ انگریزی میں کلمات تکمیل A اور AN وغیرہ ایسے زائد کلمات ہیں جن کے بغیر کام چل سکتا ہے۔ مثلاً فارسی میں علامت فاعل کوئی نہیں اور پڑھنے یا سننے والے کو اسکی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، اردو میں بے جان مفعول کے ساتھ کسی قسم کی علامت نہیں ہوتی اور نہ ہی اسکی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔ اور ”اسلم سیب کھارہ تھا۔“ قسم کے اردو جملوں میں فاعل اور مفعول دونوں کی علامتوں کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود کلام میں خرابی واقعہ نہیں ہوئی۔ ”اسپرانٹو“ میں فاعل کی علامت کا وجود نہیں، البتہ مفعول کے آخر ”ن“ (N) لگاتے ہیں ”ASLAM LEGAS LIBRON“ * (اسلم کتاب پڑھتا ہے) اس میں LIBRO (کتاب) کے آخر ”N“ بطور علامت مفعول استعمال ہوا ہے۔

دوسری قسم کے زائد کلمات سے مراد وہ کلمات ہیں جن کی ضرورت علامات یا کلمات کی ترتیب سے پوری کی جاسکتی ہو جیسے کلمات اضافت و ربط وغیرہ۔ اردو میں کا، کے، کی، انگریزی میں OF یا S کلمات اضافت کی مثالیں ہیں، فارسی میں ان کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی اور ایک زیر (ـ) سے مرکب اضافی بنا لیا گیا ہے۔ باقی رہا کلمات ربط کا ہونا سو یہ بیشتر زبانوں میں ہیں۔ ہے، ہیں، ہوں۔ فارسی میں ”است“، ”اند“ وغیرہ انگریزی میں AM، IS وغیرہ۔ اسپرانٹو میں ESTAS چینی میں ”یو“ (Yo) اور ششی ”جاپانی میں“ آری ماسو ”(ARIMASO) اور ”ای ماسو“ (IMASO) وغیرہ سب کلمات ربط ہیں۔ اور پھر ان کے استعمال کے میسیدوں قواعد ہیں جن سے نوآموز بیشتر الجھنوں کا شکار ہو جاتا ہے۔

سلاد زبانوں میں کلمات ربط نہیں ہوتے، ان میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ زبان روسی

ہے۔ اس کے دو جملے ملاحظہ فرمائیں :

۱۔ ورت دوم — یہاں گھر (ہے)

۲۔ دوم تمام — گھر وہاں (ہے)

ان دونوں جملوں میں ہے ”کیلئے کوئی علامت یا کلمہ نہیں۔ یہ قاری کی ذہانت پر منحصر ہے۔ کہ وہ انہیں مرکب اشاری تصور کرے یا جملہ اور جملہ بھی خبر یہ سمجھے یا استفہامیہ۔ اس لئے کہ روسی میں عربی کے ”صل“ یا ”ا“ کا کوئی متبادل نہیں انگریزی اور جرمنی میں بھی ”کیلئے“ کوئی کلمہ نہیں، ان میں کلمہ ربط کو مسند الیہ سے پہلے لاکر جملہ سوالیہ بنالیا جاتا ہے۔ لیکن روسی میں یہ صورت بھی نہیں ہو سکتی۔

زوائد کی تیسری صورت میں وہ مرکبات ہیں جنکی جگہ مفردات استعمال کئے جاسکتے ہیں۔ اسکی بدترین مثال انگریزوں اور امریکیوں کا تازہ ترین شاہکار ہیک انگلش (BASIC ENGLISH) ہے۔ جہاں دو دو تین تین مفرد کلمے جوڑ کر ایک مفہوم پیدا کیا جاتا ہے۔ عربی میں ایسے مفرد کلمات کی خاصی تعداد ہے جن کے تراجم کیلئے دوسری زبانوں میں مرکبات استعمال کئے جاتے ہیں۔ معبد، مدفن، مذبح، مقفل، ملبارہ، اقدام، مستشرق، استخبار وغیرہ بشمار مثالیں ہیں۔ عربی کے اسے کم وبیش نوے فیصد یک رکنی (سہ حرفی) ہیں جنہیں لب و دہن کی ایک ہی جہت سے ادا کیا جاسکتا ہے۔ گوچینی کلمات میں بھی یہ خوبی پائی جاتی ہے جیسے۔ ہن (دواڑہ) یو (ہاں ہے) کو (مشت) بن یا جن (آدمی) دو (میں متکلم) شی (ہے، ہیں، ہوں) پر (قدم) جی (جاننا) جو (جاننا) دو (راستہ) کن (دیکھنا) خو (خوش) چا (پائے) نا (کیوں) وغیرہ بعض کلمات دو رکنی بھی ہیں۔ جیسے لا ای (آنا) اور ”ہوئی“ (واپس ہونا) وغیرہ۔ لیکن چینی میں کوئی کلمہ مادہ نہیں ہوتا جس سے نئے کلمات بن سکیں۔

باقی رہے عربی مشتقات سے ان میں حروف کی زبانی کے ساتھ ساتھ معنائی و مطالب میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے انہیں ثقیل یا اختصار کے خلاف نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ ان کے تراجم میں دوسری زبانوں کے مرکبات استعمال کئے جاتے ہیں جو بہر کیف اختصار کے خلاف ہیں۔

بوڈمر (BODMER) نے ”اسپرانٹو“ پر تنقید کرتے ہوئے حروف کی علامت (۸) پر اعتراض کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ نشان یا علامت کفایت شعاری کے خلاف اور زود نویسہ میں عارِج ہے۔ آپ غور فرمائیں کہ صرف ایک نشان (۸) جو ”c“ پر کلمہ ”ج“ اور ”s“ پر لگا کر ”ش“ کی آوازیں پیدا کی جاتی ہیں زبان پر غیر ضروری بوجھ بن جاتا ہے۔ تو یہ درجنوں قسم کے زائد کلمات یہ علامات قائل و منقول یہ کلمات تعریف و تکریم ادا دہی افعال اور کلمات ربط

کی بھرمار اور ایک ایک مفہوم کے لئے دو دو تین تین کلمات کے مرکبات کس قدر طوالت اور بوجھ کا باعث ہوں گے۔ عربی ان تمام زوائد اور غیر ضروری کلمات سے پاک اور خالی ہے۔ اس میں مسند الیہ کا معرفہ ہونا کلمہ ربط کی ضرورت کو بردار کر دیتا ہے۔ مضاف الیہ کا مجرور ہونا کلمہ اضافت کے تکلف سے نجات دلا دیتا ہے۔ مفعول کا منصوب ہونا ”کو“ اور ”را“ جیسے علامتی کلمات کی کمی محسوس نہیں ہونے دیتا۔ ”ال“ کا نہ ہونا علامت تکثیر (جن کیلئے چینی میں گیدہ کلمے ہیں) کی نشاندہی کر دیتا ہے۔ فارسی میں بیشمار کلمات کے ساتھ کدہ، خانہ، یا جائے کے کلمات لگاتے ہیں۔ انگریزی میں HOUSE اور PLACE وغیرہ کلمات کا کس کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن عربی ایک اتم ظرف کا وزن ان تمام مرکبات کی جگہ لے لیتا ہے۔

یہ تھا ان خبریوں یا خواص کا بیان جن کا عالمی زبان میں پایا جانا ضروری تھے۔ اور یہ خبریوں، عربی میں بدرجہ اتم موجود ہیں جبکہ دنیا کی مشہور ترین زبانیں سنی کہ مصنوعی زبانیں جن کی اختراع ہی ان خواص کا حصول تھا عربی سے پیچھے ہیں۔

بوڈمر کی تجاویز | دی لوم آف لینگویج | کے مصنف بوڈمر (BODMER) نے اپنی اسی کتاب کے دسویں باب میں نام نہاد عالمی اور گیارہویں باب میں مصنوعی زبانوں پر تنقید کے بعد عالمی زبان کے بارے میں حسب ذیل خبریوں کو ضروری قرار دیا ہے :

۱۔ کلمات مفرد ہوں۔

۲۔ فضیۃ الفاظ لاطینی الاصل ہو۔

۳۔ فضیۃ الفاظ ایک ہزار کلمات سے زائد نہ ہو۔

۴۔ ہجے (SPELLING) درست ہوں۔

۵۔ حروف ابجد سادہ ہوں۔

۶۔ قواعد (GRAMMER) مختصر اور جامع ہوں۔

”بوڈمر“ کے نزدیک کلمات کے مفرد ہونے کا وہ مفہوم نہیں جو اختصار کے عنوان پر بحث کے دوران بیان کیا گیا ہے جسکی مثال ”معبد“ اور ”عبادت خانے“ کی ہے۔ بوڈمر جس مفرد کی حمایت کرتا ہے اس کا مفہوم یہ ہے، دو کلمات کو ملا کر ایک مفرد بنایا جائے بلکہ دونوں کلمات کو الگ الگ مفرد حیثیت سے استعمال کیا جائے مثال کے طور پر اردو کا کلمہ ”امر“ ہے۔ یہ دراصل دو کلموں ”اَمْر“ اور ”مَرْتَسَع“ سے مل کر بنا ہے۔ اس لئے ”امر“ (بجا و بادل) ”بوڈمر“

کے خیال کے مطابق مفرد نہیں رہا۔ اسکی تجویز یہ ہے کہ ان اور مر دونوں کو الگ الگ رکھا جائے تاکہ دونوں الگ الگ مفرد رہیں۔

بوڈمر کی یہ تجویز عربی کے علاوہ دوسری زبانوں کے پیش نظر درست ہے، اس لئے کہ اس نوعیت کے مفرد کلمات جو دراصل مرکب ہیں، اجنبی معلوم ہوتے ہیں اور نوآموز کیلئے مشکلات کا باعث بن جاتے ہیں۔ عربی میں اس قسم کا کوئی خطرہ نہیں اس لئے عربی کو عالمی زبان کے طور پر پیش کرتے ہوئے ہم اس تجویز کی تائید نہیں کر سکتے۔ عربی میں قواعد کے مطابق اس قسم کے کلمات بنائے جاتے ہیں اور یہ طریقہ اختلاف میں مدد ثابت ہوتا ہے۔ عبادت خانہ بوڈمر کی تجویز کے مطابق اچھا کام ہے لیکن ہماری تجویز معبود کو بنانے کی ہے اس لئے کہ ع۔ ب۔ د۔ مائے کے پیش نظر معبود اجنبی نہیں بلکہ اسی سے اہم عزت کے قاعدے کے مطابق بنایا گیا :

دوسری تجویز کہ ذخیرہ الفاظ کا ماخذ لاتین زبان ہو۔ ظاہر ہے کہ ہم اس کی تائید نہیں کر سکتے ہاں اگر صرف بڑا عظیم یورپ کیلئے اور وہ بھی "سادہ زبانیں" ہونے والوں کو غارت گہ کے باقی اقوام کیلئے ایک مشترک زبان بنانا مقصود ہو تو یہ تجویز مفید ہو سکتی ہے لیکن عالمی زبان کے لئے یہ تجویز نہ صرف بے سود بلکہ حد درجہ ہلک اور نظر ناک ہے۔

تیسری تجویز کہ ذخیرہ الفاظ ایک ہزار تک نہ ودھنا کی عداکہ درست ہے لیکن عربی کی چونکہ قواعد کے مطابق نئے الفاظ بنائے جاسکتے ہیں اس لئے عربی ذخیرہ الفاظ میں چار ہزار تک بڑھایا جاسکتا ہے۔ البتہ مادوں کی تعداد کا محدود ہونا ضروری ہے۔

باقی تینوں تجویزیں معقول اور قابل قبول ہیں۔ اور عربی میں ان کی کیا حیثیت ہے ؟ یہ بات ہماری معروضات سے واضح ہو جاتی ہے۔

چہ باید کرد | اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ عربی کو عالمی زبان کا درجہ دینے کیلئے کام کا آغاز کہاں سے کیا جائے ؟ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ کام حکومتوں اور خاص کر اسلامی ملکوں کی حکومتوں کے کرنے کا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ہم خود باختیار لوگ نہیں ہیں۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فرما بنے بیٹھے رہیں اور کچھ نہ کریں۔

قرآن کریم میں کم و بیش ڈیڑھ ہزار مادے ہیں۔ ان میں سے ایک ہزار کے قریب مادے منتخب کر کے انہیں عالمی زبان کے ذخیرہ الفاظ کے طور مخصوص کر دیا جائے۔ پھر آسان اور جامع قواعد کی مدد سے ان مادوں سے نئے الفاظ بنائے جائیں۔ اور انہیں سادہ نحوی قوانین کی رو سے

مرکبات اور جملوں میں استعمال کے قابل بنایا جائے۔

قرآن کے مادوں کی اہمیت کسی سے پوشیدہ نہیں، دنیا بھر کے مسلمان ان کے تلفظ اور کسی حد تک مغہریم سے واقف ہیں۔ اس طرح اگر قرآنی مادوں پر مشتمل عربی کو عالمی زبان بنانے کا طریقہ اختیار کیا گیا تو پہلے روزی اسی، نوے بلکہ ایک عرب انسان اسکی تائید کریں گے اور دنیا کے ہر خطے میں اسکی درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اور صرف پانچ سال کے مختصر سے عرصہ میں کوئی مسلمان کسی اسلامی ملک میں اجنبیت محسوس نہیں کرے گا۔ ہر جگہ اور ہر ملک میں عربی جاننے والے موجود ہوں گے اور جو مسلمان جہاں جائے گا عربی کی مدد سے اپنا مدعا بیان کر سکے گا۔ اور جو کتاب جہاں شائع ہوگی دنیا بھر کے مسلمان اسے پڑھ سکیں گے۔

میری ناقص رائے یہ ہے کہ عربی مدارس کے اساتذہ کرام آپس میں مشورہ کر کے پہلے قرآن کیم کے مادوں کا جائزہ لیں۔ روزمرہ کی عام بول چال میں کام آنے والے مادوں کو الگ کریں اور ان سے مشتقات بنانے کے قواعد مرتب فرمائیں۔ اس کے بعد پہلے عربی مدارس میں اس آسان اور بنیادی بول چال کی عربی کو رائج کریں تاکہ فارسی وغیرہ کی ابتدائی کتابوں کی تدریس سے پہلے طلبہ کو عربی میں بول چال کی مشق کرائی جائے، اور اس کے بعد اعلیٰ درجوں میں انہما بخيال کا واحد ذریعہ یہی اساسی عربی ہو۔ یقین ہے کہ عربی مدارس میں عربی کے رواج کے بعد سرکاری مدارس اور جامعات میں علماء کرام کی تقلید میں سعادت محسوس کریں گے۔

یہ خیال کرنا کہ ابتدائی جماعتوں کے طلبہ کا عربی میں گفتگو کرنا مشکل ہے۔ میرے نزدیک غلط اور احساس کمتری کا آئینہ دار ہے۔ اگر ہمارے بچے انگلش میڈیم سکولوں میں پہلی جماعت ہی سے انگریزی بولنا شروع کر سکتے ہیں، تو عربی مدارس کے مبتدی جو نسبتاً زیادہ محنت کے عادی ہوتے ہیں اور رات دن مدرسے کے ماحول میں رہتے ہیں آسان عربی کیوں نہیں سیکھ سکتے۔

دنیا بھر کے بالغ چھ بیعتوں میں "اسپرانتو" اور تین ماہ میں بنیادی انگریزی (BASIC ENGLISH) سیکھ کر انہیں انہما بخيال کا ذریعہ بنا سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ عربی مدارس کے طلبہ آسان عربی کو انہما بخيال تفہیم کا وسیلہ نہ بنا سکیں۔ اس ابتدائی جدوجہد کے ساتھ ساتھ ہمیں اس غلط رجحان کو روکنے کی بھی کوشش کرنی چاہیے۔ جو ترکی، فارسی، اردو، ملائی اور انڈونیشیائی زبانوں سے عربی الاصل کلمات کے اخراج کا باعث بن رہا ہے۔ مسلمان ملکوں میں نیا نام نہاد ادب عربی کلمات کے خلاف جس سازش کا نتیجہ ہے۔ اس پر مستقل مقالے کی ضرورت ہے۔